ما يبيح له ذلک، هنالک استعجم الاسلام و انقلب عجميا.
ملک عباسی اراد ان يصنع لنفسه و لخلفه و بئس ما صنع بامته و دينه اكثر من ذلک الجند الاجنبی و اقام عليه الرؤساء منه فلم تكن الا عشية او ضحاها حتی تغلب روساء الجند علی الخلفاء و استبدوا بالسلطان الدولة قبضتهم و لم يكن لهم ذلک العقل الذی راضه الاسلام و القلب الذی هذبه الدين بل جاؤا الی الاسلام بخشونة الجهل يحملوا ألوية الظلم لبسوا الاسلام علی ابدانهم و لم ينفذ منه شیء الی و جدانهم و كثير من كان يحمل الهه معه يعبده فی خلوته و يصلی من الجماعات لتمكين السلطنة، ثم عدا علی الاسلام آخرون كالتتاروغيرهم و منهم من تولی امره ای عدو لهؤلاء اشد من العلم الذی يعرف الناس منزلتهم ويكشف لهم قبح سيرهم فمالوا علی العلم و صديقة الاسلام ميلتهم و حملوا كثيرا من اعوانهم ان يندرجوا فی سلک العلماء وان تيسربلوا بسرابيله ليعددا من قبيله ثم يصنعوا للعامة فی الدين ما يبغض اليهم العلم ويبعد بنفوسهم عن طلبه ودخلوا عليهم وهم اغرار من باب التقوی وحماية الدين زعموا الدين ناقصًا ليكملوه او مريضا ليعللوه او متداعيا ليدعموه او يكاد ان ينقض ليقيموه نظروا الی ما كانوا من مخفض الوثنية و فی عادآت من كان حولهم من الامم النصرانية فاستعاروا من ذلک الاسلام ما هو برأ منه لكنهم نجحوا فی اقناع العامة بان فی ذلک تعظيم شعائره و تفخيم اوامره فخلقوا لنا هذه الاحتفالات وتلک الاجتماعات و سنوا لنا من عبادة الاولياء والعلماء و المتشبهين بهم ما فرق الجماعة واركس الناس فی الضلالة و قرروا ان

المتاخر ليس له ان يقول بغير ما يقول المتقدم و جعلوا ذلک عقيدة حتى يقف الفكر و تجمد العقول ثم بثوا اعوانهم فی اطراف الممالک الاسلامية ينشرون من القصص والاخبار والآراء ما يقنع العامة بانه لا نظر لهم فی الشئون العامة وان كل ما هو من امور الجماعة والدولة فهو مما فرض فيه النظر على الحكام دون من عداهم و من دخل فی شیء من ذلک من غيرهم فهو معترض لما لا يغنيه و ان ما يظهر من فساد الاعمال واختلال الاحوال ليس من صنع الحكام و انما هو تحقيق لما ورد فی الاخبار من احوال آخر الزمان و انه لا حيلة فی اصلاح حال ولا مال وان الأسلم تفويض ذلک الى اللّٰه تعالىٰ ، وما على المسلم الا ان يقتصر على خاصة نفسه ووجدوا فی ظواهر الالفاظ لبعض الاحاديث ما يعينهم على ذلک و فی الموضوعات والضعاف ما شد ازرهم فی بث هذه الاوهام وقد انتشر بين المسلمين جيش من هؤلاء المضلين وتعاون ولاة الشر علىٰ مساعدتهم فی جميع الاطراف واتخذوا من عقيدة القدر مثبطا للعزائم و غلًّا للأيدی عن العمل والعامل الأقوى فی حمل النفوس علىٰ قبول هذه الخرافات ، انما هو السذاجة وضعف البصيرة فی الدين وموافقة الهوی امور اذا اجتمعت اهلكت فاستتر الحق تحت ظلام الباطل و رسخ فی نفوس الناس من العقائد ما يضارب اصول دينهم و بيانها على خط مستقيم اسلبت من المسلم املاً كان يخترق به اطباق السموت واخلدت به الى ياس يجاور به العجمادات فجلّ ما تراه الان مما تسميه اسلاما فهو ليس باسلام و انما حفظ من اعمال الاسلام صورة الصلٰوة والصوم والحج

من الاقوال قليلا منها حرفت عن معانيها و وصل الناس بما عرض علی دینهم من البدع و الخرافات الی الجمود الذی ذکرتُه وعدده دینافکل مایعاب الان علی المسلمین لیس من الاسلام و انما هو شی ء آخر سموه اسلاما و القرآن شاهد صادق ﴿ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴾ یشهد بانهم کاذبون و انهم عنه لاهون و عما جاربه معرضون

"اس کے بعد ایک بادشاہ نے سیاسی غلطی کی اور اسلامی وسعت کے باعث اس کو اس امر کا موقع مل گیا جس کو وہ اپنے خیال میں اپنے لئے بہتر سمجھتا تھا۔ اس کو خیال ہوا کہ عربی لشکر ممکن ہے کہ علوی خلیفہ کا مددگار ہو جائے کیونکہ علویوں کو نبوت کے گھرانے سے زیادہ تعلق تھا۔ اس نے ترک اور دیلم وغیرہ سے اجنبیوں کی ایک فوج تیار کی۔ اس فوج کی نسبت اس کو خیال تھا کہ وہ اپنی طاقت سے فرمانبردار اور اپنے احسان سے اس کو قائم رکھ سکے گا' سلطنت کے باغیوں کی وہ مدد نہ کرے گی اور جو طالب ملک ہیں ان کی مددگار نہ ہو گی اور اسلامی احکام کی وسعت اور سہولت نے اس امر کو اس کے لئے جائز رکھا۔ اب اسلام بدل کر عجمی ہو گیا۔

ایک عباسی بادشاہ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنی ذات اور جانشینوں کے لئے بہتری پیدا کرے' اس طرح اس نے اپنی قوم اور مذہب کے لئے برائی کی۔ اس نے اجنبیوں کی فوج میں اضافہ کیا اور عجمی سرلشکر مقرر کئے۔ صبح شام نہ ہونے پائی تھی کہ یہ سردارانِ لشکر خلفاء پر قابض ہو گئے اور سلطنت خلفاء کے ہاتھ سے نکل کر عجمیوں کے قبضہ میں آ گئی۔ ان لوگوں کو وہ عقل نہ تھی جو اسلام سے منجھ چکی ہو' نہ وہ دل تھا جو مذہب سے مہذب ہو چکا ہو۔ یہ لوگ جہالت اور ظلم میں ڈوبے ہوئے اسلام میں داخل ہوئے اور اسلام کو کپڑوں کی طرح اپنے جسم پر اوڑھ لیا' کوئی اثر اس کا ان کے وجدان میں نہیں پہنچا۔ ان میں سے اکثر لوگ اپنے معبودوں اور بتوں کو اپنے ساتھ لائے تھے جن کی خلوت میں پرستش کرتے اور اعلانیہ طور پر اپنا اقتدار بڑھانے کی غرض سے باجماعت نمازیں ادا کرتے۔ اس

کے بعد تاتاریوں وغیرہ نے اسلام پر حملہ کیا اور بعض لوگ اس پر قابض بھی ہو گئے۔ مگر یہ تمام حملے علم کے شدید ترین حملہ کے مقابلے میں ہیچ تھے جو لوگوں کو ان کا مرتبہ بتلانے اور ان کی چال چلن کی خرابیوں کو ظاہر کرنے والا ہے۔ انہوں نے علم اور اس کے دوست اسلام پر حملہ کیا اور اپنے مددگاروں کی جماعتوں کو آمادہ کیا کہ وہ علماء کے زمرہ میں داخل ہو جائیں اور علم کا لباس پہن لیں اور اہل علم میں شمار ہونے لگیں۔ اس کے بعد عوام الناس میں ایسی مذہبی باتیں پھیلائیں کہ علم سے ان کو نفرت ہو اور طلب علم سے ان کے نفوس میں بعد پیدا ہو۔ پرہیزگاری اور مذہبی حمایت کے مدعی ہو کر یہ لوگ ان غافلوں میں داخل ہوئے اور دعویٰ کیا کہ مذہب ناقص تھا اور ہم اس کو کامل کرنا چاہتے ہیں یا وہ مریض تھا جس کا ہم علاج کرتے ہیں یا منہدم ہونے والا تھا' ہم اس کو سہارا دے رہے ہیں یا جھک چکا تھا ہم اس کو سیدھا کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی بت پرستی کے زمانوں کی رسموں کو دیکھا اور نیز اپنے گردوپیش نصرانی قوم کی عادات میں نظر کی اور اسلام کے لئے ایسی باتیں عاریتاً لیں جن سے وہ بری ہے۔ لیکن وہ عوام الناس کو مطمئن کرنے میں اس طرح کامیاب ہوئے کہ یہ شعائر اسلام و راس کے احکام کی تعظیم ہے۔ انہوں نے ہمارے لئے یہ تمام محفلیں اور میلے ایجاد کئے' اولیاء اور علماء وغیرہ کی عبادت ہمارے لئے مقرر کی' جس سے اسلامی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا اور لوگ گمراہ ہو گئے۔ انہوں نے قرار دیا کہ متاخر کو سوائے اس کے جو متقدم کہہ چکا ہو اور کوئی بات کہنے کا حق نہیں۔ یہ امر عقائد میں داخل کر لیا گیا کہ فکر ساکن اور عقول منجمد ہو جائیں۔

اس کے بعد انہوں نے اپنے مددگاروں کو اسلامی ممالک کے اطراف میں بھیجا تاکہ وہ ایسے قصوں اور خبروں اور ایسی رایوں کی اشاعت کریں جس سے عوام الناس کو اطمینان ہو جائے کہ ان کو جمہور کے کام پر غور کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جو کام قوم اور سلطنت سے متعلق ہیں ان پر غور کرنا صرف حکام کا فرض ہے اور دوسرے آدمیوں کو ان میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جو شخص ان معاملات میں دخل دیتا ہے وہ واہی ہے۔ مسلمانوں کے اعمال میں جو فساد اور ان کے حالات میں جو درہمی و برہمی پیدا ہو رہی ہے وہ حکام کے کاموں کا

نتیجہ نہیں بلکہ وہ متحقق ہوتا ہے ان اخبار کا جو آخری زمانہ کی نسبت حدیثوں میں وارد ہوئے ہیں اور کسی تدبیر سے اصلاح حال واستقبال کی توقع نہیں ہو سکتی' بہتر یہ ہے کہ اس کو خدا کے سپرد کیا جائے۔ مسلمان کے لئے فرض ہے کہ وہ صرف اپنی ذاتی حالت پر اقتصار کرے۔ احادیث کے بعض ظاہری الفاظ سے ان کو اپنے مطلب میں کچھ مدد مل گئی اور ضعیف حدیثوں اور موضوعات میں ان کو بہت سا مصالحہ مل گیا جس سے ان اوہام کے پھیلانے میں ان کو بڑی تقویت ملی۔ ان گمراہ کرنے والوں کا ایک بڑا لشکر مسلمانوں میں پھیل گیا۔ شریر حاکموں اور والیوں نے تمام اطراف میں ان کی مدد کی۔ ارادوں کو پست کرنے اور ہاتھوں کو کاروبار سے روکنے کے لئے قدر کا مخالف اسلام عقیدہ ایجاد کیا گیا۔ ان خرافات کو قبول کرنے کے لئے نفوس کو آمادہ کرنے والی سب سے بڑی محرک سادہ لوحی تھی اور مذہبی امور میں ضعف بصیرت اور خواہشات کا اتباع' یہ ایسے امور ہیں کہ جب جمع ہو جاتے ہیں تو مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح پر حق باطل کی تاریکی میں چھپ گیا اور انسانی نفوس میں وہ عقائد راسخ ہو گئے جو دینی اصول کے بالکل اور خط مستقیم متضاد تھے۔ مسلمانوں کی آسمانوں سے باتیں کرنے والی امیدیں غارت ہوئیں اور ان کو مایوس کر کے بہائم کے درجہ تک پہنچا دیا۔ اس وقت جس کا نام اسلام رکھا جاتا ہے وہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اسلامی اعمال نماز' روزہ اور حج کی ظاہری صورتوں کا مجموعہ ہے اور چند اقوال ہیں جن کے معانی میں تغیر و تبدل کر لیا گیا ہے اور جن کا نتیجہ وہ بدعتیں اور خرافات ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں اس جمود کی نوبت پہنچا دی ہے جس کو میں نے بیان کیا ہے اور انہوں نے اس کو اسلام سمجھا ہے۔ مسلمانوں پر اس وقت اسلام کے نام سے جو عیب لگایا جاتا ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ ایک دوسری چیز ہے جس کا نام انہوں نے اسلام رکھ لیا ہے۔ قرآن جس کی شان یہ ہے کہ "باطل نہ تو اس کے آگے سے ہی اس کے پاس پھٹکنے پاتا ہے اور نہ اس کی پیچھے کی طرف سے' وہ حکمت والے تعریف کئے گئے خدا کا اتارا ہوا ہے" اس بات پر شاہد ہے کہ وہ جھوٹے ہیں اور اس سے غافل ہیں اور اس کے احکام سے اعراض کرنے والے ہیں"۔

علامہ عبدہ مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے اس اقتباس سے ہماری موجودہ پستی کے بعض اسباب پر روشنی پڑتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک مسلمان قرآن مجید کی صحیح تعلیم حاصل نہ کریں گے اور اس پر عمل نہ کریں گے' ان کی حالت ایسی ہی خراب رہے گی بلکہ بدتر ہوتی جائے گی' کیونکہ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد بخلاف دیگر اقوام کے ان کے مذہب پر ہے' کسی ملک پر نہیں ہے۔ تو جو چیز قومیت کی بنیاد ہو اس کے بغیر قوم میں زندگی اور قوت کیسے آسکتی ہے؟

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں محفلِ انجم بھی نہیں!

قوم کی اصلی قوت اور مضبوطی کے لئے افرادِ قوم میں جس ایثار اور قربانی کی روح کی ضرورت ہے اس کی سنگ بنیاد دو ہی چیزیں ہوتی ہیں "مذہب" اور "حُبِّ وطن" ؎

تم کسی قوم کی تاریخ اٹھا کر دیکھو — دو ہی باتیں ہیں کہ جن پر ہے ترقی کا مدار
یا کوئی جذبہ دینی تھا کہ جس نے دم میں — کر دیا ذرۂ افسردہ کو ہمرنگِ شرار
ہے یہ وہ قوتِ پُر زور کہ جس کی ٹکر — سنگِ خارا کو بنا دیتی ہے اک مشتِ غبار
اس کی زد کھا کے لرز جاتی ہے بنیادِ زمیں — اس سے ٹکرا کے بکھر جاتے ہیں اوراقِ دیار
یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے — کھیلتے جاتے تھے ایواں گہ کسریٰ میں شکار
وہ الٹ دیتے تھے دُنیا کا مرقع دم میں — جن کی ہاتھوں میں رہا کرتی تھی اونٹوں کی مہار
اسکی برکت تھی کہ صحرائے حجازی کی سموم — بن گئی دہر میں جا کر چمن آرائے بہار
یہ اسی کا تھا کرشمہ کے عرب کے رہزن — فاش کرنے لگے جبریل امیں کے اسرار
یا کوئی جاذبۂ ملک و وطن تھا جس نے — کر دیئے دم میں قوائے عملی سب بیدار
ہے اسی مے سے یہ سرمستیٔ احرار وطن — ہے اسی نشہ سے یہ گرمیٔ ہنگامہ کار

مذہبی جذبہ کے بغیر محض حب وطن کے جذبہ سے متاثر ہو کر مسلمان اپنی قوم کے لئے وہ ایثار اور قربانی نہیں کر سکتے جو دوسری قومیں محض ملک کی محبت کے جذبہ سے کرتی ہیں کیونکہ بوجہ بنیاد قومیت ہونے کے مذہب ہی کا اثر مسلمانوں پر زیادہ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم کا لبِّ لباب یہ ہے : ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ﴾ "اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور ان کی

جانیں خرید لی ہیں کہ اس کے عوض ان کے لئے جنت ہے"۔ یعنی مسلمانوں کی جان اور مال سب خدا کے واسطے ہے۔ تمام مسلمانوں کے لئے یہی نصب العین ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا' عام اس سے کہ وہ مغربی سرزمین سے باشندے ہوں یا مشرق کے رہنے والے ہوں۔ اس دُنیا میں آتے ہی مسلمان بچے کے کان میں توحید و رسالت اور عالمگیر اخوت اسلامی کی وہ صدائیں پڑنا شروع ہوتی ہیں جو ابتداء ہی سے جغرافیائی حدود کو اِس ذہن میں بے وقعت کر دیتی ہیں اور بچپن ہی سے یہ خیال اس کے ذہن نشین ہو جاتا ہے کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں' لیکن اپنے مذہب سے جو انتہائی "دُنیاوی" اور "رُوحانی" ترقیوں کا ضامن اور کفیل ہے آج ہم اپنی غفلت اور بدبختی کی وجہ سے فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں اور ہماری مذہبی تعلیم ان وجوہ سے جو پیشتر بیان ہو چکے ہیں' اپنی اصلی حالت پر ہی نہیں ہے' للذا مسلمانوں کا سب سے زیادہ اہم کام یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کی صحیح تعلیم حاصل کر کے اس پر عمل کریں۔

قرآن مجید سے مستفید ہونے کے صحیح طریقے چھوڑ کر غیر صحیح طریقے سے استفادہ کرنے سے جو نقصان ہوئے ہیں وہ تو بیان ہو چکے' لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی تعلیم کا معیار مقرر کرنا اور اس کے بارے میں اپنا کامل اطمینان کرنا بھی نہایت ضروری ہے' کیونکہ سب سے بڑی مصیبت جو مسلمانوں پر نازل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہماری مذہبی تعلیم اصلی حالت پر نہ رہی۔ اسی وجہ سے اب وہ اعلیٰ نتائج پیدا نہیں ہوتے جو قرآن مجید کی تعلیم سے پیدا ہونے چاہئیں۔

اس بات کے جانچنے کا بہترین معیار کہ قرآن مجید کی تعلیم صحیح رنگ میں ہو رہی ہے' یہ ہے کہ اس تعلیم سے اسی قسم کے نتائج پیدا ہوں جن کا قرآن مجید دعویٰ کرتا ہے اور جو نتائج اس زمانہ میں پیدا ہو چکے ہوں جبکہ قرآن مجید کی تعلیم اپنے اصلی اور حقیقی رنگ میں شائع ہوئی تھی۔ اسلام کا بہترین زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ ہے جن کو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تعلیم دی تھی اور اپنے فیض تربیت سے مستفید فرمایا تھا۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

((خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ))

"بہترین زمانہ میرا ہے پھر ان لوگوں کا جو اس سے متصل ہوں گے"۔

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ))

"میرے طریقے اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو اختیار کرو"۔

((اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ))

"میرے اصحاب ستاروں کی طرح راہنما ہیں"۔

پس جس قدر ہمارے حالات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات سے مشابہ ہوں گے اسی نسبت سے ہم قرآن کی اصلی تعلیم سے رنگے ہوئے ہوں گے۔ تمام مذاہب کا بہترین زمانہ ان کا ابتدائی زمانہ ہوتا ہے۔ ایک فاضل یورپین نے اس واقعہ کو حسب ذیل الفاظ میں ادا کیا ہے :

History pointed out that the palmy days of every religion were its early days and that the teachings of the messenger were never informate on by the later adherents of the faith' where as the contrary must have been the case if the religion had been produced by evolution. Later religious literature consists of commentaries dissertational arguments. Inspiration is ever sought in later days in that sayings of the founder and in the teachings of his immediate disciples.

"تاریخ شاہد ہے کہ ہرمذہب کا بہترین زمانہ اس کا ابتدائی زمانہ ہوتا ہے اور پیغمبر کی تعلیم میں اس کے ماننے والے اس کے بعد کبھی اضافہ نہ کرسکے۔ اگر مذہب ارتقاء سے پیدا ہوتا تو اس کے بالکل برخلاف عمل ہوتا۔ پیغمبر کے زمانے کے بعد کا لٹریچر تشریحات' بیانات اور دلائل کا مجموعہ ہوتا ہے۔ زمانہ مابعد میں پیغمبر اور اس کے ابتدائی شاگردوں کی روایات اور تعلیم کو ہی ہمیشہ اصل ماخذ قرار دیا جاتا ہے"۔

عام طور سے ہم میں بھی یہی مشہور ہے کہ اسلام کا بہترین زمانہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا زمانہ ہے اور ان کے طریقے پر چلنا حقیقی اور اصلی اسلام ہے۔ لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس قول کی تائید عمل سے نہیں ہوتی' بلکہ ہمارے اکثر اعمال اس قول کے صریح خلاف ہیں۔ یہ مسلمانوں کی انتہائی بدقسمتی ہے کہ باوجود اس علم کے کہ

قرآن کو سب سے زیادہ صحیح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا تھا اور اس پر سب سے زیادہ عمل انہی نے کیا' وہ ان کے طریقوں کو فراموش کر چکے ہیں۔ چونکہ ان طریقوں کو بھلا دیا گیا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ وہ طریقے پھر یاد دلائے جائیں۔

قرآن مجید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بنی نوعِ انسان کے لئے ایسا مکمل قانون پیش کرتا ہے جس سے انسان انتہائی "رُوحانی" اور "دُنیاوی" ترقی ساتھ ساتھ کر سکے۔

لیکن عرصے سے اکثر مسلمانوں نے قرآن مجید کی اس خصوصیت کو فراموش کرنا شروع کر دیا ہے اور خیال کرنے لگے ہیں کہ "رُوحانی ترقی" اور "دُنیاوی ترقی" دونوں متضاد ہیں۔ حقیقت میں یہ خیال تعلیم قرآن کے بالکل مخالف ہے اور مسلمانوں کی موجودہ تباہی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اس خیال کی وجہ سے عموماً مسلمانوں کے دو طبقے ہو گئے' ایک تو رُوحانی اور دوسرا دُنیاوی۔ رُوحانی طبقے کے بڑے حصے نے تو اپنا مقصد یہ سمجھا ہے کہ ہمیں صرف رُوحانی ترقی کرنا چاہئے اور دُنیاوی ترقی سے ہمیں کچھ سروکار نہیں' بلکہ دُنیاوی ترقی کرنا "دینی ترقی" کے مخالف ہے' اصلی مسلمان کبھی دُنیاوی ترقی نہیں کر سکتے' مسلمانوں کا اصل مقصد اور بہترین کام علاوہ فرض نماز' روزہ کے صرف نوافل پڑھنا اور وظیفوں کا ورد رکھنا' گوشہ نشینی اختیار کرنا اور دُنیا و مافیہا سے بے خبر رہنا ہے' دُنیا مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ کافروں کے لئے ہے' مسلمانوں کو فقط جنّت ملے گی' دُنیا نہیں مل سکتی' دُنیا میں ذلت' محتاجی اور فقیری مسلمانوں کا طغرۂ امتیاز ہے' دُنیاوی عزت' حکومت' ثروت' تونگری فقط کفار کے لئے ہے' تمام دُنیا مُردار ہے اور اس کے حاصل کرنے والے کتے ہیں' دُنیا ایک مُومن کے لئے صرف قید خانہ ہے اور فقط کفار کے لئے جنت ہے۔

بعض آیتوں اور حدیثوں کا غلط مطلب سمجھنے سے بھی ایک حد تک یہ مرض پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر' جلد سوم' صفحہ ۳۳' مطبوعہ مصر میں دُنیا کی مذمت کرنے کی مخالفت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

وَاعْلَمْ اَنَّ نَفْسَ هٰذِهِ الْحَيَاةِ لَا يُمْكِنُ ذَمُّهَا لِاَنَّ هٰذَا الْحَيَاةَ الْعَاجِلَةَ

لَا يَصِحُّ اكْتِسَابُ السَّعَادَاتِ الْأُخْرَوِيَّةِ اِلَّا فِيْهَا فَلِهٰذَا حَصَلَ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ قَوْلَانِ' اَلْاَوَّلُ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ حَيَاةُ الْكَافِرِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُرِيْدُ حَيَاةَ اَهْلِ الشِّرْكِ وَالنِّفَاقِ وَالسَّبَبُ فِيْ وَصْفِ حَيَاةِ هٰؤُلَآءِ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ اَنَّ حَيَاةَ الْمُؤْمِنِ هِيَ اَعْمَالٌ صَالِحَةٌ فَلَا تَكُوْنُ لَهْوًا وَّلَعِبًا

"مطلقاً حیاتِ دُنیا کی مذمت ہرگز نہیں کی جاسکتی' کیونکہ "اُخروی سعادات" صرف اِسی دُنیاوی حیات میں رہ کر حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اس لئے اس آیت کی تفسیر دو طرح سے کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ جس حیاتِ دُنیا کو برا کہا گیا ہے وہ کفار کی حیات ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مشرکین و منافقین کی حیات مراد ہے اور مشرکین و منافقین کی حیاتِ دُنیا کو اس لئے برا بتایا گیا ہے کہ مؤمن کی حیاتِ دُنیا میں اعمالِ صالح ہوتے ہیں' اس لئے وہ کبھی لہو و لعب نہیں قرار دی جاسکتی"۔

کیا "روحانی ترقّی" اور "دنیاوی ترقّی" متضاد ہیں؟

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اکثر مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ "دُنیاوی ترقی" اور "رُوحانی ترقی" متضاد ہیں' "رُوحانی ترقی" کے لئے "دُنیاوی ترقی" سم قاتل ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ مسلمانوں کی "رُوحانی ترقی" کی تکمیل کی علامت یہ ہے کہ وہ انتہائی "دُنیاوی ترقی" کر سکیں اور پورے غالب ہو جائیں۔ اور قوم کی دُنیاوی ذلت اور مسکنت رُوحانی تنزل اور خدا کے غضب و عذاب کی علامت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ ﴾

(النور : ۵۵)

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرتے ہیں ان سے خدا کا وعدہ